ڈاکٹر غلام قاسم مجاہد بلوچ
سابق پرنسپل رسینئر ماہر مضمون اُردو،
اللہ آباد کالونی ،ڈیرہ غازی خان، پاکستان

تحقیق میں سرقہ اور معیار کا فقدان

Plagiarism is not only a spreading cancer in the research theses in public universities but also in research publications and articles, which is being ignored carelessly and that will effect the original research efforts as well as the works of genuine research scholars. In this article, a precedent of such plagiarism in an article: "Khawjgaan e Taunsa Sharif aurIqbal-aik Tahqiqi Mutalia" is being cited and referred which has been been published in the H.E.C. recognized Journal: "Daryaft" Issue: 15; January 2016, under the worthy shadow of Urdu Department; N.U.M.L., Islamabad.

پلیجرزم (Plagiarism) یا ادبی سرقہ بازی کے پس منظر میں ناجائز مفادات، وقار، اعتبار، شہرت اور عزت کا حصول مدِ نظر ہوتا ہے۔ یہ اس وقت سرزد ہوتا ہے جب ضمیر اور علم؛ انسان کی کردار و شخصیت کو متوازن رکھنے سے عاجز آجاتے ہیں اور پھر انسان اعلیٰ اخلاقی اقدار اور علمی دیانت داری کو پس پشت ڈال کر محض خواہشِ نفس کا پیروکار بن جاتا ہے۔ سرقہ بازی اخلاقی قدروں کا دیوالیہ پن ہے ۔ یہ درحقیقت دھوکہ بازی ہے جو دوسروں پر سبقت لے جانے کا ایک حربہ ہے۔ اس سے انسان کا غیر روشن باطن، منکشف ہوکر سامنے آجاتا ہے ؛ خواہ ایسا انسان، خارجی و سماجی سطح پر کس قدر خوش لباس، خوش اندام اور کسی اعلیٰ عہدے یا تعلیمی درجے پر معتبر ہوکر فائز کیوں نہ ہو۔ سرقہ بازی درحقیقت : چوری ہے جس کی سزا اللہ کی قانون کے تحت ، قذفِ ید ہے۔ سرقہ بازی کسی عہد میں تحقیق میں اخلاقی اور قانونی جرم تصور ہوتا تھا مگر جب جنگل کی قانون کے تحت معنی بدلنے سے خرد کا نام جنوں اور جنوں کا نام خرد پڑ جائے تو اب افراد اور ادارے، اسے ثواب سمجھ کر اس کی پرورش کرتے ہیں ۔ اس کرم نوازی سے اس میں ملکی سطح پر روز بہ روز اضافہ ہو رہا ہے جس کی وجہ ازروئے انصاف: احتساب کا فقدان ہے۔ مگر انصاف تو خود ''اپنا گریباں چاک'' ہوکر انصاف کے لیے دُہائی دیتا نظر آتا ہے۔

سرقہ بازی کے ضمن میں پہلی توانا آواز فیصل آباد زرعی یونی ورسٹی کے بارے بلند ہوئی ، جہاں کہا گیا تھا کہ تقسیمِ ہندوستان کے وقت زراعت پر جو وقیع تحقیقی اثاثہ سِکھ اور ہندو محققین وغیرہ چھوڑ گئے تھے؛ بعد کے سرقہ بازوں نے اس تحقیقی اثاثہ کو معمولی تبدیلیاں کر کے اپنے اپنے ناموں سے منسوب کرتے ہوئے پی ایچ ڈی کی ڈگریاں حاصل کیں۔ کچھ عرصہ یہ بحث بھی گرم رہی کہ بعض سرقہ باز محققین، ہندوستانی یونی ورسٹیوں میں لکھے گئے تحقیقی مقالات؛ پاکستانی یونی

ورسٹیوں میں لا کر معمولی تبدیلیوں سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کر لیتے ہیں۔ پھر بیرون ملک سے پی ایچ ڈی کی جعلی ڈگریاں لے کر آنے والوں نے بھی مملکتِ خدا داد میں اعلیٰ ملازمتیں لیں۔ ان میں سے کچھ بے نقاب ہونے پر برطرف بھی کیئے گئے۔ پھر کچھ اقبال شناس حلقوں میں اس سرگوشی کی صدائے بازگشت سنی گئی کہ بہاء الدین زکریا یونی ورسٹی ملتان کی ایک طالبہ نے ایم اے اُردو سطح کا تحقیقی مقالہ بہ عنوان: ''ملتان میں اقبال شناسی کی روایت'' پروفیسر ڈاکٹر نجیب جمال کے زیرِنگرانی لکھا (اس بیان کی صداقت تصدیق طلب ہے) اور اُسی مقالے کو اسد فیض (بعدہٗ ڈاکٹر) نے ڈاکٹر نجیب جمال ہی کی نگرانی میں ایم فل کے مقالہ کے طور پر علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی اسلام آباد میں پیش کیا[۱]۔ ہٰکذا، علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی کے شعبۂ علوم اسلامیہ کے سربراہ اور ڈین پروفیسر ڈاکٹر محمد طفیل ہاشمی (مع ڈاکٹر محمد اسلم اصغر، اسسٹنٹ پروفیسر شاہ محی الدین ہاشمی) نے اپنی ایک عزیزہ کو سرقہ بازی سے تین ماہ میں ہی پی ایچ ڈی کی ڈگری عطا کروائی اور آواز اٹھنے پر معطل کیے گئے[۲]۔ جی سی یونی ورسٹی لاہور شعبۂ اُردو کے سربراہ پروفیسر ڈاکٹر محمد شفیق عجمی نے اپنے مطبوعہ مقالہ ایم فل میں سے ایک حصہ بہ طور مقالہ: ''بھارت میں اقبال شناسی'' اسلامک انٹرنیشنل یونی ورسٹی اسلام آباد کے تحقیقی مجلّہ ''معیار، ۷''، منظور شدہ، ہائیر ایجوکیشن کمیشن آف پاکستان، میں شائع کرایا۔ آواز اٹھنے پر مجلّہ کے مدیر پروفیسر ڈاکٹر رشید امجد نے اس مقالہ کے منسوخی کا پروانہ جاری کیا[۳]۔ اسی طرح ایجوکیشن یونی ورسٹی لاہور کے ایم ایڈ طلبہ نے ''سی ڈی'' نقل سے، ملک بھر کی دیگر یونی ورسٹیوں میں لکھے گئے مقالات میں معمولی تبدیلیاں کر کے، اپنے نام منسوب کرتے ہوئے، تھوک کے حساب سے ایم ایڈ کی ڈگریاں حاصل کیں۔ آواز اٹھنے پر بالآخر ایجوکیشن یونی ورسٹی کو مقالہ نگاری لازمی کی بجائے؛ اختیاری مضمون ''Report writing and presentation skills'' کے متبادل پرچے کا سلیبس جاری کرنا پڑا[۴]۔

مئی ۲۰۱۵ء میں ہائیر ایجوکیشن کمیشن آف پاکستان نے ملک کے ۳۵ پروفیسروں کے پی ایچ ڈی مقالات جعلی قرار دیے۔ یہ مقالات دنیا کے دیگر سکالرز کی جانب سے پہلے ہی پیش کیے جا چکے تھے۔ ان میں: ۱۰ سے زائد میڈیکل، انجینئرنگ، ایگری کلچرل اور دیگر یونی ورسٹیوں کے پروفیسر شامل تھے۔ جن میں: ''جی ایم سی سکھر کے پرنسپل ابرار شیخ، اسسٹنٹ پروفیسر جاوید احمد پھلپوٹو، اسسٹنٹ پروفیسر شفیع محمد کوہاوڑ، اسسٹنٹ پروفیسر ذوالفقار بھٹی؛ چانڈکا میڈیکل کالج کے پروفیسر کوڑومل گربخشانی؛ کراچی یونی ورسٹی کے ڈاکٹر جلال الدین نوری؛ بہاء الدین زکریا یونی ورسٹی ملتان کے ڈاکٹر عبدالقدوس صہیب؛ سندھ یونی ورسٹی جام شورو کے ڈاکٹر عبدالستار عالمانی، محمد اسلم کمبوہ، محمد اسلم چودھری؛ اسلامک یونی ورسٹی پشاور کے ڈاکٹر نثار محمد، ڈاکٹر سلیم الرحمٰن، ڈاکٹر نیاز محمد؛ ڈیپارٹمنٹ آف زوالوجی فیصل آباد کے ڈاکٹر محمد حسن، سید ندیم، کے خالق، میڈم پروین، ڈاکٹر جاوید بادشاہ؛ انسٹی ٹیوٹ آف انفارمیشن ٹیکنالوجی یونی ورسٹی آف سندھ جام شورو کے ڈاکٹر اظہر علی شاہ، ڈاکٹر امداد اسماعیل، ڈاکٹر ایل ڈی دھومیجا، ڈاکٹر جی فولینیو، ڈاکٹر برتھل، ڈاکٹر این کرسونگر؛ انٹرنیشنل اسلامک یونی ورسٹی اسلام آباد کے ڈاکٹر محمد شیر، ڈاکٹر شمراز فردوس، ڈاکٹر مشتاق احمد، ڈاکٹر محمد نواز، ڈاکٹر محمد اکرم؛ یونی ورسٹی آف پنجاب لاہور کی مس شمع صداقت، محمد فرحان اختر، خضر علی؛ سندھ ایگری کلچرل یونی ورسٹی ٹنڈو جام کے میر سجاد حسین ٹھال بُر، حنا شفیع چانڈیو، شیر محمد چانڈیو، حرا سجاد ٹھال بُر؛ پیپلز یونی ورسٹی آف میڈیکل اینڈ ہیلتھ سائنس فار ووِمن نواب شاہ کے ڈاکٹر حبیب اللہ شیخ، ڈاکٹر یاسمین شیخ، ڈاکٹر غلام سرور شیخ، ڈاکٹر رسول بخش شیخ شامل تھے۔ غلام محمد مہر میڈیکل کالج سکھر کے پرنسپل پروفیسر ابرار شیخ کو عہدے سے

ہٹادیا گیا۔ ان ۳۵ پروفیسروں کو بلیک لسٹ قرار دیا گیا [۵]۔

مئی ۲۰۱۵ء میں انفارمیشن ٹیکنالوجی ادارہ ’’ ایگزیکٹ کراچی‘‘ کی دولاکھ جعلی ڈگریوں کی عطا کرنے کے بارے میں،اس حد تک لکھا گیا کہ:

"Axact, an IT company that has spawned many rumours amidst the self-created hype, is effectively a massive fraud, a fake-degree mill on a scale that the country, and the world, has not seen before."(6)

جون ۲۰۱۶ء میں ڈاکٹر ہارون الرشید، پرو ریکٹر کامسیٹس انسٹی ٹیوٹ فار انفارمیشن ٹیکنالوجی (CIIT) اور چیف ایگزیکٹو آفیسر NTS؛ کے پی ایچ ڈی کا مقالہ بہ عنوان: “Parallel Scientific Applications Scheduling on Distributed Computing System" جو ۲۰۰۶ء میں پرسٹن یونی ورسٹی اسلام آباد میں پیش کیا گیا تھا، میں ۲۷ فی صد سرقہ بازی پائی گئی۔ جب کہ قبل ازیں یہ مقالہ ۲۰۰۴ء میں: ڈاکٹر رفیق الزمان خان نے ہم درد یونی ورسٹی دہلی انڈیا میں بہ عنوان: “Empirical Study of Task Partitioning, Scheduling and Load Balancing Strategies for Distributed Images of Computing System.” پی ایچ ڈی کے لیے پیش کیا تھا [۷]۔ ڈاکٹر موصوف کو ان کو عہدے سے ہٹادیا گیا۔

سرقہ بازی کے اس اجمالی تذکرے سے مستزاد، ملکی جامعات کے تحقیقی مقالات اور HEC کی طرف سے منظور شدہ اُردو مجلّات میں بھی منفرد انداز کی سرقہ بازی نظر آتی ہے۔ درج ذیل میں صرف ایک مثال پیش کی جاتی ہے:۔

جون ۲۰۱۲ء میں رانا غلام یٰسین (بعدۂ ڈاکٹر) اُستاد شعبہ اُردو، گورنمنٹ کالج جام پور نے ایک مقالہ بہ عنوان: ’’دبستانِ تونسہ اور اقبال: تحقیقی مطالعہ‘‘ شعبۂ اُردو، نیشنل یونی ورسٹی آف ماڈرن لینگوئجز، اسلام آباد کے، HEC منظور شدہ تحقیقی مجلّہ ’’تخلیقی ادب‘‘ شمارہ: ۹، صفحہ: ۹۲ تا ۱۱۰ بہ قدر انیس صفحات شائع کرایا [۸]۔ اسی سال جب ۲۰۱۲ء میں دیرا غازی خان میں غازی یونی ورسٹی کا قیام عمل میں آیا تھا تو اس کے شعبۂ اُردو کے لیے اساتذہ کی ضرورت درپیش تھی [۹]۔

میرٹ و سلیکشن معیار نرم کرتے ہوئے، مقامی سفارش و خانہ زاد معیار و سیاسی دباؤ کی بنیاد پر مقامی اساتذہ کو، یونی ورسٹی کے شعبہ اُردو میں ڈیپوٹیشن پر تعینات کر دیا گیا۔ اسی طرح ڈاکٹر رانا غلام یٰسین بھی جام پور کالج سے غازی یونی ورسٹی، ڈیرہ غازی خان کے شعبۂ اُردو میں تشریف آور ہوئے۔ اسی طرح ڈاکٹر راشدہ قاضی جو دیرا غازی خان کے کسی سلائی کڑھائی کے ٹیکنکل ادارے میں انسٹرکٹر تھیں، وہ بھی اس بہتی گنگا میں ہاتھ دھونے کے لیے شعبۂ اُردو میں وارد ہوگئیں۔ حال آں کہ یونی ورسٹی تو درکنار ان کا کسی کالج سے بھی کوئی تعلق نہ تھا۔ تاہم دو سال کے عرصہ میں اس نوزائیدہ یونی ورسٹی کے شعبۂ اُردو کی چیئر پرسن اور ڈین کے عہدے پر فائز ہوگئیں۔ ڈاکٹر صاحبہ، ڈاکٹریٹ میں ڈاکٹر انوار احمد کی شاگردہ ہیں یوں ڈاکٹر رانا غلام یٰسین اُن کے زیر سایہ بہ طور لیکچرار اُردو ’’خدمات‘‘ پر مامور ہوئے۔

چوں کہ کسی یونی ورسٹی میں تعیناتی کے لیے میرٹ یا مطبوعہ مقالات کی ایک تعداد مقرر ہوتی ہے۔ غالباً ڈاکٹر صاحبہ کے

پاس مطبوعہ مقالات کی یہ تعداد پوری نہ تھی یا کم تھی تو اس خوف اور روگ کے رفع کی خاطر انہوں نے سرقہ بازی کا طریقہ اختیار کرتے ہوئے؛ ڈاکٹر رانا غلام یٰسین کے ایک مقالہ پر اس طرح ہاتھ صاف کیا کہ اس میں ڈاکٹر رانا غلام یٰسین کو بھی شریک مصنف رکھ کر، ان کے سابقہ مطبوعہ مقالہ: ''دبستانِ تونسہ اور اقبال :تحقیقی مطالعہ'' کو دوسرا عنوان : ''خواجگانِ تونسہ شریف اور اقبال: ایک تحقیقی مطالعہ'' دے کر، اُسی شعبۂ اُردو، نیشنل یونی ورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد کے دوسرے HEC منظور شدہ تحقیقی مجلّہ ''دریافت'' شمارہ: ۱۵، جنوری ۲۰۱۶ء ؛صفحہ: ۱۶۸تا ۱۷۴ بہ قدر آٹھ صفحات شائع کرایا[۱۰]۔

اب اس مسروقہ آٹھ صفحاتی مطبوعہ مقالہ اور سابقہ اصل انیس صفحاتی مطبوعہ مقالہ کی متون کا اگر تقابلی جائزہ لیا جائے تو ''چشم کشا'' حقائق سامنے آتے ہیں:۔

☆ دونوں محولہ مقالات کے آغاز میں ایک ایک پیراگراف کے انگریزی خلاصے نوشتہ ہیں جو جزواً ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔

☆ مسروقہ مقالہ کے اصل اُردو متن کا جہاں سے آغاز ہوتا ہے؛ وہ حرفِ اول سے حرفِ آخر تک سابقہ مطبوعہ مقالہ کی محض اشاعتِ مکرر نظر آتا ہے۔ حتیٰ کہ اس کے حوالہ نمبر بھی وہی سابقہ دیے گئے ہیں۔ تاہم مسروقہ مقالہ کو بہ مکمل انیس صفحات کی صورت شائع کرنے کی بجائے تخفیف کر کے صرف آٹھ صفحات تک کا متن ،شائع کیا گیا ہے۔

☆ دونوں مقالات میں جو معمولی متنی اختلاف یعنی احذاف اور اضافے نظر آتے ہیں؛ وہ پانچ جملوں سے بھی کم ہیں، مثلاً: مسروقہ مضمون میں صفحہ ۱۶۹ پر صرف یہ چھ لفظی عنوان: ''حضرت شاہ سلیمان تونسوی اور اقبال'' حذف کر دیا گیا ہے ۔ اور پھر صفحہ ۱۷۰ پر بھی ایسا ہی چھ لفظی عنوان: ''خواجہ نظام الدین تونسوی اور اقبال'' حذف کر دیا گیا ہے۔ تاہم دوسرے مخذوف عنوان کے مقام پر ربطِ جملہ برقرار رکھنے کے لیے محض چھبیس الفاظ پر مشتمل دو جملوں کا اضافہ، شاملِ متن کیا گیا ہے۔

☆ البتہ سرقہ بازی سے جلد بازی میں؛ دوسرے مسروقہ مقالے میں صفحہ ۱۷۲ کے تیسرے پیراگراف: ''تاکہ اقبال کی علامہ صاحب۔۔۔۔ پیش کیا جاتا ہے'' کا پانچ سطری متن'' کاپی پیسٹ'' کرتے ہوئے Double Paste ہو گیا ہے۔ طُرفہ تماشا یہ کہ یہ پیراگراف شائع کرنے والے کی نظر کو بھی دغا دے گیا۔ اسی طرح مضمون کے آخر میں حواشی کے آخری سطر کا نصف ثانی بھی اضافہ نظر آتا ہے۔

☆ مقالے کا دیگر تمام آٹھ صفحاتی متن مِن وعَن؛ وہی سابقہ اصل مقالے کا مسروقہ مواد ہے۔

☆ دونوں مطبوعہ مقالات کو تسلیٔ قلب اور عبرت کے لیے'' آن لائن'' ملاحظہ کیا جاسکتا ہے جو مجلّہ کی ویب سائیٹ پر مذکورہ تحقیقی مجلّات کی لنک پر موجود ہیں[۱۱]۔

اس سرقہ بازی کا دل چسپ پہلو یہ ہے کہ ایک مقالہ نگار خود ہی اپنے ادبی اثاثے کا سرقہ باز نظر آتا ہے ۔ اس سرقہ بازی اور اخفائے حقائق کی ضرورت مقالہ نگاران کو شاید اس لیے پیش آئی کہ انہیں یونی ورسٹی میں تعینات رہنے اور ترقی کے

لیے HEC منظور شدہ مقالات کی تعداد پوری کرنی تھی۔ڈاکٹر رانا غلام یٰسین نے اپنے سابقہ مطبوعہ مقالہ میں ڈاکٹر راشدہ قاضی کو کیوں حصہ دار بنایا؟ شاید اس میں بقائے باہمی کا اصول کہ: ''من ترا حاجی بگویم تو مرا قاضی بگو'' کارفرما تھا؛ یا پھر خوش آمد مطلوب تھی کہ ڈاکٹر راشدہ قاضی صدرِ شعبہ اور ڈین ہیں جب کہ ڈاکٹر رانا غلام یٰسین بہ طورِ لیکچرر ان کے ماتحت ہو گئے۔ مسروقہ مقالہ کا مواد تو ڈاکٹر رانا غلام یٰسین کے سابقہ مقالے کا ہے اور اضافہ محض اڑھائی جملوں کے متن کا ہے،اس طرح دونوں مقالہ نگاروں کے حصے میں سوا سوا جملوں کا اضافی متن آتا ہے۔ایسی شان دار تحقیق پر HEC کے مقالاتی نمبر تو یقیناً ہیچ ہیں؛ مقالہ نگاران، ڈی لٹ کی ڈگری عطا کیے جانے کے مستحق نظر آتے ہیں!

بہ حوالۂ معیار جو دوسرا پہلو قابلِ توجہ ہے،وہ یہ کہ :ڈاکٹر نازیہ ملک نے مجلّہ ''دریافت'' شمارہ:۱۵،کے تمام مشمولہ مقالات سے استنباط کر کے ان کے الگ الگ اُردو اختصاریے،آخر مقالہ ''انڈکس'' کی صورت پیش کیے۔دیگر مقالات کے اختصاریوں کے معیار کو تو قارئین پر چھوڑا جاتا ہے، تاہم مسروقہ مقالہ:''خواجگانِ تونسہ شریف اور اقبال: ایک تحقیقی مطالعہ'' کے ملخص کے چند مندرجات سند کے لیے درج کیے جاتے ہیں۔جن سے اندازہ ہوتا کہ فاضل محققین، ہمارے شہرۂ آفاق بزرگوں:اقبالؒ اور خواجہ سلیمانؒ تونسوی'' سے کس قسم کا سلوک روا رکھے ہوئے ہیں اور ایسے ملخص لکھتے وقت وہ مقالات کا کس ''باریک بینی'' سے استنباط کرتے ہیں۔اس مسروقہ مقالہ کا بیس سطری اختصاریہ،مجلّہ کے صفحہ ۳۲۲ کی زینت ہے[۱۲]۔

اختصاریہ نگار نے داخلی تنقید کو بہ روئے کار لائے بغیر، اختصاریہ کے آغاز میں مسروقہ مقالہ سے محض نقل کرتے ہوئے،جس طرح گم راہی کی بنیاد کو مستحکم کیا،وہ خوب ہے۔وہ لکھتی ہیں کہ:

☆''حضرت شاہ سلیمان تونسوی۔۔۔کا تعلق افغان قوم کے جعفریہ خاندان سے تھا''

حقیقت یہ ہے کہ ''جعفریہ'' اہلِ تشیُّع کا فقہ ہے۔کوہ سلیمانؒ کے افغان قبائل میں جعفریہ خاندان ناپید ہے۔ البتہ خواجہ صاحبؒ،افغانوں کے ''جعفر'' قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے،نہ کہ ''جعفریہ خاندان'' سے!

اختصاریہ نگار،اسی صفحے پر اپنے محققانہ انکشاف سے مزید ''علم کے موتی'' اس طرح نچھاور کرتی ہیں کہ:

☆''حضرت شاہ سلیمان تونسوی کو علامہ اقبال سے بہت عقیدت تھی۔''

جزاک اللہ! یہ ایسا لطیفہ ہے، جیسے کوئی محقق یہ دعویٰ کرے کہ: ''قرآنِ مجید کا ایسا قدیم قلمی نسخہ دست یاب ہوا ہے جو قبل از مسیح کا نوشتہ ہے۔'' حال آں کہ خواجہ سلیمان تونسویؒ ؛اقبالؒ کی پیدائش سے ۲۶ سال قبل ۱۸۵۱ء میں وصال کر گئے تھے!

بہ قولِ شخصے:''جب ڈگریاں اور عہدے پسند و ناپسند،خوشامد اور رسوخ کے معائیر پر تقسیم ہونے لگیں تو ایسے انکشافات ہوتے رہیں گے۔''

باعثِ حیرت امر یہ بھی ہے کہ'' دریافت'' کی مجلس مشاورت میں پاکستان نیز بھارت، جاپان،ایران اور کشمیر کے: ڈاکٹر احساس بیگ احساس،ڈاکٹر ابوالکلام قاسمی،ڈاکٹر سویامانے یاسر،ڈاکٹر محمد کیومرثی،ڈاکٹر علی بیات،ڈاکٹر عبدالعزیز ساحر،

ڈاکٹر رشید امجد اور ڈاکٹر محمد فخرالحق نوری، جیسے نامی گرامی محققین و اساتذہ کے نام شامل ہیں[۱۳]۔ کیا انہوں نے بھی اس سرقہ بازی کے ضمن میں فراخ دلی سے چشم پوشی اختیار کی یا پھر ان کے اسمائے گرامی محض زیبِ داستان کے لیے مجلّہ کی زینت ہیں؟

حوالہ جات

۱۔ بہ حوالہ: سہیل عباس خان، ڈاکٹر: جامعاتی تحقیق (فہرست مقالاتِ اُردو)، شعبۂ اُردو، بہاء الدین زکریا یونی ورسٹی ملتان، دسمبر ۲۰۰۶ء، ص: ۷۸

2. V.C Office Order No. F-1-10/VC-2001/8750, 08 August 2001./Ansar Abbasi: "4 AIOU officials suspended for giving fake degrees", The Daily News International, Lahore, 11 August 2001.

۳۔ تحقیقی و تنقیدی مجلّہ معیار۔۷، شعبۂ اُردو بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی اسلام آباد، جنوری۔ جون ۲۰۱۲ء، ص: ۸۹

4. http://ue.edu.pk/examination/datesheet/041.pdf (Dated: 2 July 2016, 1400 hrs)

۵۔ روزنامہ خبریں ملتان، ۲۱ مئی ۲۰۱۵ ج: ۲۳، ش: ۳۴۹

6. http://www.dawn.com/news/1183420 (Dated: 2 July 2016, 1409 hrs)

7. http://www.thenews.com.pk/print/126184-CIIT-Rectors-Phd-degree-cancelled-over-plagiarism (Dated: 2 July 2016, 1411 hrs)

۸۔ تخلیقی ادب، نیشنل یونی ورسٹی آف ماڈرن لینگو یجز، اسلام آباد، جون ۲۰۱۲ء، شمارہ: ۱۵، ص: ۹۲۔۱۰

9. https://en.wikipedia.org/wiki/Ghazi_University (Dated: 2 July 2016, 1416 hrs)

۱۰۔ دریافت، نیشنل یونی ورسٹی آف ماڈرن لینگو یجز، اسلام آباد، جنوری ۲۰۱۶ء، شمارہ: ۱۵، ص: ۱۶۸۔۱۷۵

11. http://www.numl.info/Data/Sites/1/publications/ISSN1814-9030-TAKHLIQI%20ADAB9.PDF / http://www.numl.edu.pk/docs/Daryaft%2015%20final.pdf (Dated: 02 July, 2016, 1400 hours) (Dated: 2 July 2016, 1420 hrs)

۱۲۔ دریافت، نیشنل یونی ورسٹی آف ماڈرن لینگو یجز، اسلام آباد، جنوری ۲۰۱۶ء، شمارہ: ۱۵۔ ص: ۳۲۲

۱۳۔ دریافت، نیشنل یونی ورسٹی آف ماڈرن لینگو یجز، اسلام آباد، جنوری ۲۰۱۶ء، شمارہ: ۱۵۔ ص: ۴